عصمت درانی*

اقبال نامہ سعادت آیات (ایک نایاب قلمی ماخذ کا تفصیلی و تنقیدی مطالعہ)

Abstract:

Iqbāl Nāma-i Sa'ādat Āyāt (A Detailed, Critical Study of a Rare Manuscript)

The Persian manuscript under discussion—*Iqbāl Nāma-i Sa'ādat Āyāt* by Maulvi Muhammad Azam Bahawalpuri—is part of unpublished political history of the State of Bahawalpur. It was written under the orders of Nawab Sadiq Muhammad Khan II. This manuscript contains some important and historic events of the state. It is claimed to be the only available historical document of that period. Unfortunately, it is not available in any library of Bahawalpur, or of Pakistan for that matter. The manuscript is present in the British Museum Library. In this article, *Iqbāl Nāma-i Sa'ādat Āyāt* has been descriptively studied for the first time. Apart from an introduction a critical evaluation of this historical source has been made.

Keywords: Nawab Sadiq Muhammad Khan II, Maulvi Muhammad Azam Bahawalpuri, Bahawalpur State, British India.

متحدہ ہندوستان کے اندر خود مختار ریاست بہاول پور (عہد: ۱۷۲۷-۱۹۴۷ء) کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے ناطے یہاں کے اولین تاریخی مآخذ فارسی زبان ہی میں ملتے ہیں۔ ان میں سرکاری تواریخ مرآت دولت عباسی، اقبال نامہ سعادت آیات اور جواہر عباسیہ[۱] بھی شامل ہیں جو مختلف ادوار میں نوابانِ ریاست کے حکم سے لکھی گئیں۔ زیر نظر مقالہ اس سلسلۂ تواریخ کی دوسری کتاب اقبال نامہ سعادت آیات سے متعلق ہے۔

اقبال نامہ سعادت آیات ریاست کے پانچویں نواب عبداللہ خان عباسی، ملقب بہ صادق محمد خان ثانی (۱۸۰۹ء-۱۸۲۵ء) کے حکم پر ان کے سرکاری مؤرخ مولوی محمد اعظم بہاول پوری (۱۷۶۹ء-۱۸۶۷ء۔ اس کے بعد صرف اعظم) نے اس دور کے واقعات محفوظ کرنے کی غرض سے (قیاساً) ۱۸۲۵ء میں لکھی۔ یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے اور اس کے اب تک درج ذیل قلمی نسخے ہمارے علم میں آئے ہیں:

۱۔ برٹش میوزیم، لندن (OR-1740) [۲]

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ٹونک، راجھستان (۱۱۰۹) [۳]

۳۔ کتب خانہ سلطانی (رجسٹر نمبر ۷۷) کتب خانے کی فہرست کے صفحہ ۳۴ پر اس کا اندراج موجود تھا۔ یہ نسخہ امیرِ بہاول پور نواب صادق محمد خان خامس (دورِ حکومت: ۱۹۲۴ء-۱۹۶۶ء) کے کتب خانۂ سلطانی میں موجود تھا لیکن ۱۹۶۶ء میں ان کی وفات کے بعد کتب خانہ کی تباہی کے دوران یا بعد ازاں تقسیم کے باعث لاپتا ہوگیا [۴]۔

۴۔ بہاول پور کے معروف شاعر اور ادیب نور الزمان اوج (۱۹۲۶ء-۲۰۰۷ء) کے ذاتی کتب خانے میں بھی ایک نسخہ موجود تھا [۵]۔ لیکن یہ ناقص الطرفین ہونے کے باعث مکمل افادیت کا حامل نہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد کچھ معلوم نہیں کہ یہ نسخہ اس وقت کہاں ہے۔

اس سے پہلے کہ اقبال نامہ سعادت آیات کا تعارف لکھا جائے، اس کے بارے میں پائی جانے والی چند غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے۔ چارلس ریو (Charles Rieu۔ ۱۸۲۰ء-۱۹۰۲ء) کے مطابق نسخۂ برٹش میوزیم کے مقدمے سے علم ہوتا ہے کہ نواب صادق محمد خان ثانی نے اعظم کو یہ تاریخ لکھنے کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ ان کے دور کے ابتدائی دو برسوں کے وہ واقعات بھی شامل کیے جائیں جو دربار کے منشی لالہ دولت رائے (وفات: ۱۸۳۰ء) نے ادھورے چھوڑ دیے تھے:

> مصنف مقدمے میں لکھتا ہے کہ اسے یہ تاریخ لکھنے کے لیے حکمران شہزادے صادق خان نے متعین کیا اور اسے اس میں حکومت کے ابتدائی دو برسوں کے واقعات شامل کرنے کی ہدایت کی گئی جو لالہ دولت رائے نے نامکمل چھوڑ دیے تھے [۶]۔

معلوم نہیں ریو نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جب کہ اعظم اقبال نامہ سعادت آیات کے مقدمے میں سببِ تصنیف یوں بتاتا ہے: ''نواب صاحب نے مجھے اپنے عہد کے واقعات لکھنے کا حکم دیا، اگرچہ مجھ میں اس کام کی قابلیت نہ تھی لیکن میں حکم بجا لایا۔ چوں کہ مجھے عامۃ المسلمین بالخصوص ریاست کے ملازمین سے کوئی دشمنی نہیں ہے اور میں کسی کی غیبت نہیں کرنا چاہتا، لیکن لالہ دولت رائے کیہی نے نواب صاحب کے جلوس کے ابتدائی ایک دو سال کے واقعات کے ضمن میں، تحقیق کے بعد بعض لوگوں کی شکایت لکھی ہے اور اسے نواب صاحب نے بھی پسند کیا تھا، ناچار میں نے نواب صاحب کے حکم کی بجا آوری میں ضروری جان کر بعض مقامات پر اس مضمون کو نقل کر دیا ہے [۷]۔'' یہ تو ہوئی ریو کی بات جس کے ہاتھ میں اقبال نامہ سعادت آیات تھا۔ اس کے باوجود اسے عبارت سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ جن اہلِ علم نے اقبال نامہ سعادت آیات دیکھا نہیں، ان کی غلط فہمیاں اور طرح سے ہیں۔

بہاول پور کے معروف شاعر و ادیب مسعود حسن شہاب دہلوی (۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء) نے اپنی کتاب بہاول پور میں اردو میں اقبال نامہ سعادت آیات کو دولت رائے کی تصنیف قرار دیا ہے، جو نواب محمد بہاول خان ثانی (۱۷۷۲-۱۸۰۹ء) کے آخری دور کے حالات پر مشتمل ہے اور دولت رائے نے نواب محمد بہاول خان ثانی کی وفات کے بعد اسے مکمل کر کے نواب صادق محمد خان رابع (۱۸۶۶-۱۸۹۹ء) کو پیش کیا۔ انھی باتوں کا اعادہ بہاول پور کے ایک اور معاصر ڈاکٹر نواز کاوش نے بہاول پور کا ادب میں بھی کیا ہے[۹]۔ چارلس ریو نے بہ حوالہ *Morley's Catalague*, p 90 دولت رائے کا سال وفات ۱۸۳۰ء لکھا ہے[۱۰] جب کہ نواب صادق محمد خان رابع باقاعدہ طور پر ۱۸۷۹ء میں مسند نشین ہوئے۔ اگر بالفرض دولت رائے نے نواب صادق محمد خان رابع کو اقبال نامہ سعادت آیات پیش کیا اور اسی دور میں ہی وفات پائی تو یہ اطلاعات ان کی سوانح صبح صادق از عزیز الرحمان عزیز (طبع اول: ۱۹۰۰ء) میں، یا سرکاری اخبار صادق الاخبار (جو ۱۸۶۷ء میں چھپنا شروع ہوا) میں ضرور موجود ہوتیں۔ زیرِ نظر مضمون میں نہ صرف ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے بلکہ اقبال نامہ سعادت آیات اور اس کے اہم مندرجات پہلی بار متعارف ہو رہے ہیں۔

مخطوطے کا تعارف

یہ مضمون اقبال نامہ سعادت آیات کے نسخۂ برٹش میوزیم (اب برٹش لائبریری) لندن، شمارہ (OR-1740) پر مبنی ہے جس کا عکس معروف مخطوطہ شناس ڈاکٹر عارف نوشاہی کی وساطت سے میسر ہوا۔ اس علم پروری پر میں ڈاکٹر صاحب کی سپاس گزار ہوں۔ یہ نسخہ تین سو پچاس صفحات پر مشتمل خط نستعلیق میں تحریر کردہ ہے۔ متن کی روشنائی سیاہ اور عنوانات شنگرفی ہیں۔ اس نسخے کی کتابت کا اختتام جمادی الثانی میں ہوا[۱۱]۔

ترقیمہ نامکمل ہونے کی وجہ سے اس کا کاتب اور سال کتابت نا معلوم ہے۔ البتہ اس کا خط تیرھویں صدی ہجری کا ہے۔ نسخے کے سرورق پر ایک انگریزی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ برٹش میوزیم نے یہ نسخہ سر ہنری مائریس ایلیٹ (Sir Henry Mierse Elliot ۱۸۰۸ء-۱۸۵۳ء) کے بیٹے سے ۱۳ اپریل ۱۸۷۸ء کو خریدا تھا۔ ایلیٹ آٹھ جلدوں پر مشتمل اپنی کتاب *The History of India, as Told by Its Own Historians* کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ وہ ۱۸۲۶ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہو کر کئی سال تک ہندوستان میں رہے۔ غالب گمان ہے کہ اپنے تاریخ نویسی ہندوستان کے اسی منصوبے کے سلسلے میں انھوں نے اقبال نامہ کا یہ نسخہ حاصل کیا ہوگا اور اسے اپنے ساتھ انگلستان لے گئے ہوں گے۔ ہر چند ایلیٹ کی مذکورہ تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ایلیٹ نے اپنا یہ منصوبہ شروع کرنے سے پہلے ہندوستانی کتب

تاریخ کے حصول کے لیے جو فہرست مرتب کی تھی، اس میں بھی صرف اقبال نامہ جہانگیری اور اقبال نامہ فتح اللّٰہ کا نام ملتا ہے[۱۲]۔

مؤرخ و عالم، مولوی محمد اعظم بن مولوی محمد صالح اسدی ہاشمی فاروقی کے آبا و اجداد جلال پور کھاکھیاں، تحصیل شجاع آباد سے بہاول پور آ کر محلہ طاہر پورہ میں آباد ہوئے۔ ان کا شجرۂ نسب اکتیس واسطوں سے حضرت عبداللہ بن عباس (وفات: ۶۸ھ) تک جا پہنچتا ہے[۱۳]۔ اعظم کے والد مولوی محمد صالح، نواب محمد بہاول خان ثانی (۱۷۷۲-۱۸۰۹ء) کے اتالیق اور سرکاری مؤرخ تھے۔ طبّ میں بھی مہارت رکھتے تھے[۱۴]۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ (وفات: ۱۸۳۹ء) کے دربار میں کئی بار نواب کے سفیر کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔ مولوی محمد صالح، ابتدا میں نواب بہاول خان ثانی کے اسلاف کے احوال پر مشتمل تاریخی کتب کی تالیف پر مامور ہوئے اور اس کے بعد فوراً بہاول پور کے انتظامی اور مالی معاملات ان کے سپرد کر دیے گئے۔ انھوں نے بارہ سال ان کاموں میں صرف کیے۔ ان کی زندگی دین کی ترویج، دربار کی خیر خواہی اور خدمت گزاری میں عزت و آبرو سے گذری[۱۵]۔ دولت رائے نے انھیں ''زبدۃ الصلحا والعلما'' کہا ہے اور نواب بہاول خان ثانی کے دربار میں ان کی قدر و منزلت کا ذکر کیا ہے[۱۶]۔ وہ نواب صادق محمد خان ثانی کے دربار سے بھی وابستہ رہے[۱۷]۔ مولوی محمد صالح شاعر اور ادیب بھی تھے۔ نمونۂ کلام مرآت دولت عباسی، جواہر عباسیہ اور اقبال نامہ میں موجود ہے۔ ان کے دو بیٹے مولوی محمد اکرم اور مولوی محمد اعظم (مصنف اقبال نامہ) تھے[۱۸]۔ اعظم نے اقبال نامہ سعادت آیات میں اپنا تعارف لکھا ہے:

> یہ سب سے کم زور انسان، علما کا خدمت گار، کام یاب اور عالی عباسی خاندان کے لیے دعا گو فقیر محمد اعظم، والد کی طرف سے اسدی ہاشمی، ماں کی طرف سے فاروقی اور وطن کے لحاظ سے بہاول پوری، ولد مولوی محمد صالح مرحوم۔۔۔[۱۹]

اعظم کی تاریخ ولادت اور وفات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ حسن خان میرانی نوشاہی (۱۹۲۶-۲۰۰۳ء) نے اعظم کی تصانیف سے جو تاریخیں اخذ کی ہیں ان کے مطابق ان کی ولادت ۱۱۸۳ھ/۱۷۶۹ء اور وفات ۱۸۵۶ء اور ۱۸۶۷ء کے درمیان ہوئی[۲۰] اور وہ بہاول پور کے قبرستان ملوک شاہ میں دفن ہوئے[۲۱]۔ مروّجہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد دربار سے وابستہ ہوئے۔ ۱۸۰۹ء میں نواب صادق محمد خان ثانی نے اقتدار سنبھالا تو انھیں سرکاری مؤرخ مقرر کیا[۲۲]۔ تاریخ نویسی کے علاوہ بھی انھوں نے دربار میں مختلف نوع کی خدمات انجام دیں، مثلاً وہ خود لکھتے ہیں کہ ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء میں مَیں حاصل پور کی حکومت پر مامور ہوا اور مشرقی علما اور کھمرانی خوانین کے مناقشات رفع کرنے اور رعایا کو مطمئن کرنے میں حتی المقدور سعی کی اور عنایات عالیہ کا حق دار ہوا[۲۳]۔

اس عہد میں ریاست کا دارالحکومت قلعہ ڈیراور تھا جس کے ''برج کلکوہا'' (تعمیر: ۱۴۳۰ء)[۲۴] میں ریاست کے محکمۂ تصنیف و تالیف وترجمہ کا باقاعدہ شعبہ ''دارالانشا'' نام سے قائم تھا[۲۵]۔ یہاں اس دور کے نام ور عالم، منشی، کاتب اور ضروری عملہ ہمہ وقت موجود رہتا تھا۔ کاغذ کی تیاری اور جلد بندی کا بھی معقول انتظام تھا[۲۶]۔ تذکرۃ الخوانین المعروف جواہر عباسیہ بھی اسی برج کلکوہا میں لکھی گئی کیوں کہ اعظم دارالانشا کے مہتمم و میر منشی ہونے کے ناطے اسی برج میں رہائش پذیر تھے[۲۷]۔

اعظم کے تین بیٹے محمد عاقل، شیخ محمد اور شیخ احمد تھے۔ محمد عاقل اور شیخ احمد لا ولد فوت ہوئے۔ جب کہ شیخ محمد کے دو بیٹے محمد حسین اور محمد احسن تھے۔ مولانا محمد احسن (وفات: ۱۹۲۱ء) اپنے وقت کے جید عالم دین تھے۔ مولانا غلام رسول چنڑ (وفات: ۱۲۹۰ھ) کے شاگرد اور ایک بڑے کتب خانے کے مالک تھے[۲۸]۔ اعظم کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ تذکرۃ الخوانین (معروف بہ جواہر عباسیہ): یہ ریاست بہاول پور کی قلمی تاریخ ہے جو نواب بہاول خان ثالث کے حکم پر تحریر کی گئی، جیسا کہ اس کتاب کے دیباچے سے ظاہر ہے[۲۹]۔ اس تاریخ کی تکمیل ۲۳ ربیع الاول ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء کو ہوئی۔ یہ بہاول پور کا ایک اہم تاریخی ماخذ ہے۔ ڈاکٹر مسرت واجد (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور) نے ۲۰۱۳ء میں جواہر عباسیہ کے متن کی تدوین کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے۔

۲۔ حلیۃ النبین: اس فارسی مثنوی کا قلمی نسخہ اوچ گیلانی لائبریری میں موجود ہے۔ ۲۹ صفحات پر مشتمل یہ نسخہ مرزا لعل نامی کاتب نے ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء میں کتابت کیا[۳۰]۔ حلیۃ النبی پہلی مرتبہ اعظم کی زندگی میں طبع ہوئی تھی[۳۱]۔ سال طباعت کا علم نہیں ہوتا۔ دوسری مرتبہ ۱۸ اگست ۱۸۷۹ء کو مولوی عطا اللہ کی تدوین و حواشی کے ساتھ مطبع صادق الانوار سے طبع ہوئی۔ حلیۃ النبی کا فارسی حصہ ڈاکٹر غلام اکبر (شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد) کی تدوین و مقدمہ کے ساتھ مجلس تحقیق و تالیف فارسی، شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا۔

۳۔ نیّر اعظم: حسن خان میرانی نوشاہی کے مطابق یہ کتاب ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۵ء میں شائع ہوئی[۳۲]۔ اب نایاب ہے۔

۴۔ مولود شریف: یہ کتاب بھی اعظم کی زندگی میں ہی طبع ہو گئی تھی۔ لیکن اب دست یاب نہ ہونے کے باعث اس کے مندرجات کی تفصیل اور سال اشاعت کا علم نہیں ہے۔

۵۔ مجموعۂ اعظم: اعظم کے قلمی دیوان مجموعۂ اعظم میں ان کا عربی، فارسی اور اردو کلام شامل ہے۔ اس دیوان کا ذکر اقبال نامہ سعادت آیات میں بھی کیا گیا ہے[۳۳]۔ ایک سو اکسٹھ صفحات پر مشتمل اس دیوان کی کتابت

ریاست بہاول پور کے سرکاری خطاط، مولوی محمد ہاشم (۱۸۷۸-۱۹۴۳ء) نے ۱۱ جون ۱۹۱۱ء/۱۳۲۱ھ کو مکمل کی۔ یہ خطی نسخہ اب کتاب خانۂ میاں مسعود احمد جھنڈیر (سردار پور جھنڈیر، میلسی) میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر غلام اکبر نے اس دیوان میں شامل فارسی کلام کی تدوین کر کے ۲۰۱۰ء میں شعبۂ فارسی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ریو نے اپنی فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم میں ایک مخطوطہ نمبر OR-1740 کے مشمولات متعارف کرواتے ہوئے لکھا ہے کہ ورق ۹۸، ۹۹ سے دو کتابیں تاریخ کشمیر اور تذکرۃ الخواقین شروع ہوتی ہیں اور دونوں کا مصنف محمد اعظم پشاوری ہے[۳۴]۔ متاخر الذکر کتاب کا مادّہ تاریخ تصنیف ''مقصود اعظم'' ہے جس سے ۱۲۵۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ ریو نے اپنی اسی فہرست کے حصۂ اضافات و تصحیحات میں مذکورہ مخطوطہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ کتاب کے آخر میں مصنف کا نام ''محمد اعظم اسدی ہاشمی'' درج ہوا ہے، جو تاریخ بہاول پور اقبال نامہ سعادت آیات (تصنیف: ۱۲۴۱ھ) کے مصنف کا نام بھی ہے[۳۵]۔ یہاں یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ تاریخ کشمیر نام سے، محمد اعظم دیدہ مری کی تصنیف زیادہ معروف ہے۔ جس کتاب کا نام ریو نے تذکرۃ الخواقین لکھا ہے وہ دراصل تذکرۃ الخوانین ہے جسے جواہر عباسیہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ مولوی محمد اعظم اسدی ہاشمی بہاول پوری کی تصنیف ہے۔

۶۔ اقبال نامہ سعادت آیات

جیسا کہ ابتدا میں بیان کیا گیا، اعظم نے نواب صادق محمد خان ثانی کے حکم پر اقبال نامہ سعادت آیات تالیف کی۔ اعظم لکھتا ہے: ''نواب موصوف جو سخن فہم اور جوہر شناس بھی تھے، نے مجھے کمال عنایت اور مہربانی سے حکم دیا کہ ہماری حکومت کے واقعات اہل حکومت اور سعادت مندان خرد کے مطالعے کے لیے احاطۂ تحریر میں لائے جائیں[۳۶]۔''

دس صفحات پر مشتمل دیباچے کا آغاز روایتی انداز میں حمد و ثنا اور نعت سے ہوتا ہے[۳۷]۔ دیباچہ میں اعظم نے آیات و احادیث، متقدمین اور اپنے حمدیہ اشعار سے استفادہ کیا ہے۔ دیباچے کے بعد واقعات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ نواب محمد بہاول خان ثانی نے اپنے فرزند ثانی صاحب زادہ محمد عبداللہ خان عباسی فیروزانی (ولادت: ۱۷۸۰ء) کو، جو کم سنی سے ہی اپنے علم و حلم، علو ہمتی اور بلند فطرت، اور خداداد استعداد و صلاحیت کے باعث اپنے تمام بھائیوں سے ممتاز تھے، اپنے جدّ امیر صادق محمد خان اول (۱۷۲۷ء-۱۷۴۶ء) کے نام کی نسبت سے ''صادق'' کا لقب دیا[۳۸]۔

اس بات کی تصدیق دولت رائے کی مرآت دولت عباسی سے بھی ہوتی ہے[۳۹]۔ غالباً یہیں سے اس روایت کا آغاز ہوا کہ ریاست کے ایک نواب کا لقب ''صادق'' اور اس کے بعد آنے والے کا ''بہاول'' رکھا جاتا، جو ریاست کے

آخری نواب صادق محمد خان خامس تک قائم رہی۔ ’’بہاول‘‘ لقب کا سلسلہ، امیر چنی خان کے والد امیر بہااللہ خان بہاول خان کے نام کی نسبت سے تھا[۴۰] اور یہ سلسلہ ان دونوں بزرگوں کے نام کی نسبت سے خیر و برکت اور شان و شوکت کے حصول کے لیے خاندان کی آیندہ نسلوں میں مستقل طور پر جاری رہا۔

اس کے بعد اعظم، نواب محمد بہاول خان ثانی کی وفات کا ذکر کرتا ہے جو پیر، ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء کو ہوئی۔ غم و اندوہ کے اس موقعے پر صاحب زادہ عبداللہ خان نے اپنے حواس قائم رکھتے ہوئے اپنی مہر منشی مول رام کے حوالے کی جس نے حسب الحکم نواب کی وفات کی خبر اطراف میں پہنچائی[۴۱]۔ تجہیز و تکفین، قل خوانی اور تعزیت کی رسم کے بعد ان کے سات بیٹوں (واحد بخش المعروف مبارک خان، عبداللہ خان، فیض یاب خان، خدایار خان، حاجی محمد خان، ایزد خان المعروف نصیر خان اور حافظ قادر بخش خان)[۴۲] میں سے عبداللہ عباسی فیروزانی، ’’نواب صادق محمد خان ثانی‘‘ لقب سے بدھ، ۳ رجب المرجب ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء کو مسند نشین ہوئے[۴۳]۔ ریاست میں خوشی کے شادیانے بجائے گئے۔ اعظم نے زائچہ جلوس مبارک کی مناسبت سے اشعار پیش کیے اور تاریخ جلوس کہی:

این شہنشاه جہان گیتی پناه — دادگر صادق محمد بادشاه
چون بہ لطف خالق بالا و پست — بر فراز مسند والا نشست
چون صدف از ابر نیسان بی حساب — عالمی از فیض او شد کامیاب
بر درش گردون پی خدمتگری — دولت و اقبال کردش چاکری
بہر تاریخش چو عقلم راند رخش — ہاتفم گفتا ”امیری کام بخش“ (۱۲۲۴ھ)[۴۴]

ترجمہ: یہ شہنشاہ جہان اور عالم پناہ عادل بادشاہ صادق محمد جب ہر نشیب و فراز کے خالق کی مہربانی سے اس عالی مسند پر براجمان ہوا تو دنیا اس کے فیض سے اس طرح مستفید ہوئی جیسے صدف ابر نیساں سے متمتع ہوتی ہے۔ آسمان اس کے دروازے پر خدمت گزار ہوا اور دولت و اقبال نے اس کی غلامی کی۔ تاریخ کی غرض سے جب میری عقل نے سوچ بچار کی تو ہاتف نے کہا مراد بخشنے والا امیر۔

مسند نشینی کے بعد نواب صادق ثانی نے اپنے بھائیوں کو دلاسا دیا اور ہر ایک کو انعام و اکرام اور وظیفہ معاش سے ممتاز اور تمام اقربا اور امرائے دربار کو سرفراز کیا۔ اس کی تفصیل اعظم نے ’’ذکر الطاف حضرت فیض انام بہ ہر خاص و عام‘‘ عنوان سے بیان کی ہے۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا کام جو کیا، وہ اراکین ریاست کا تقرر تھا۔ مثلاً نصیر خان

گورگیج (مدارالمہام)، فتح محمد غوری (سپاہ سالار)، محمد یعقوب (بخشی فوج)، مولوی غوث بخش (مشیر)، مولوی شیر علی (اتالیق)، منشی مول رام (میر منشی)، منشی سلامت رائے (سرپرست توشہ خانہ) کے علاوہ شیخ دین محمد، منشی کشن داس، شیخ نور محمد، شیخ مقبول محمد، دولت رائے، موتی رام، شیخ حبیب اللہ اور شیخ غلام رسول وغیرہ کو اہم درباری ذمہ داریوں پر مامور کر کے انتظامی صیغوں کو قائم اور منظم کیا۔ ان سب عہدے داروں کو خلعت فاخرہ نواب صاحب کے بیٹے صاحب زادہ رحیم یار خان نے دی[۴۵]، جو "نواب محمد بہاول خان ثالث" لقب سے ریاست کے چھٹے نواب بنے، اور ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء تک حکم رانی کی۔ دوسرا اہم واقعہ ۲ رجب ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء کو نواب صادق محمد خان ثانی کے بڑے بھائی اور روایت کے مطابق ولی عہد ریاست صاحب زادہ واحد بخش، معروف بہ مبارک خان (۱۷۷۲-۱۸۰۹ء) کا قتل ہے، جسے نواب بہاول خان ثانی نے محلاتی سازشوں اور مخالفین کی پھیلائی غلط فہمی کے زیر اثر اس کے دونوں بیٹوں کے ہم راہ قلعہ رام کلی[۴۶] میں قید کیا ہوا تھا[۴۷]۔ اعظم کے بیان کے مطابق یہ قتل نواب کی لاعلمی میں ان کے وزیر نصیر خان گورگیج نے عثمان گورگیج کی مدد سے کیا۔ اعظم لکھتا ہے: "نصیر خان صاحب زادہ موصوف کو قرآن مجید کی ضمانت کا فریب دے کر قلعہ ڈیراور لایا۔ وہاں سے قلعہ رام کلی لایا اور قتل کر کے صحرا میں دفن کر دیا، اور اپنی دانست میں اس فعل کو حسن خدمت پر محمول کرتے ہوئے انعام کی خواہش لیے نواب کے سلام کے لیے روانہ ہوا[۴۸]۔"

نواب صادق خان ثانی نے یہ واقعہ سن کر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور غضب ناک ہو کر قصاص کا حکم جاری کیا[۴۹]۔ لیکن بعد ازیں اپنے روحانی پیشوا حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل (۱۱۵۱-۱۲۲۹ھ) کی سفارش پر اسے معاف کر دیا[۵۰]۔

ریاست بہاول پور میں نواب صادق محمد خان ثانی کا یہ سترہ سالہ دور سیاسی لحاظ سے ہنگامہ خیز ثابت ہوا۔ بیرونی حملہ آوروں کے علاوہ نواب کو اندرونی سازشوں کا سامنا بھی رہا۔ گویا یہ دور سندھ کے امیروں کا مقابلہ کرتے، اپنے امرا کی بغاوتوں کو کچلنے اور اپنے مفتوحہ علاقوں کو جارحیت سے بچانے میں صرف ہوا۔ یہ تاریخ اس دور کے اہم سیاسی واقعات کی تلخیص ہے جن میں سے درج ذیل قابل ذکر ہیں: میر سہراب تالپور کے حملے، نصیر خان گورگیج کی سازشیں اور امیروں کا حملہ، فتح محمد غوری کی بغاوت، صاحب زادہ احمد بخش کی دستار بندی اور صاحب زادوں کا قتل، کیھرانی، عربانی اور گھمرانی داود پوتروں کی شورش، رنجیت سنگھ کا ملتان پر حملہ اور نواب مظفر خان کی شہادت، شہروں کی تسخیر، شاہ شجاع الملک کی مدد اور ڈیرہ غازی خان کی تسخیر، مذہبی سرپرستی اور صوفیہ کرام سے لگاؤ۔ آیندہ سطور میں ان واقعات کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں بعض شکایتوں پر میر سہراب نے ریاست کی جانب لشکر روانہ کر دیا۔ نواب نے یہ خبر پاتے ہی نصیر خان گورگیج اور فتح محمد خان کو جنوبی ریاست کی حدود کی حفاظت کے لیے مامور کیا۔ ۱۱ شوال کی شام تک جنگ

جاری رہی لیکن کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ آخر صاحب زادہ رحیم یار خان کو بہ طور یرغمال لشکر سندھ کے ہم راہ کرنے پر جنگ ملتوی ہوئی۔نصیر خان نے یہ شرط نواب کو پہنچائی، جسے نواب نے امن و صلح کی خاطر منظور کیا اور ۶ ذیقعد کو صاحب زادہ رحیم یارخان کو محمد خان گورگیج اور مولوی شیر علی کے ساتھ حید آباد (سندھ) روانہ کیا۔صاحب زادہ کی ۲۲ محرم ۱۸۱۰ء کو احمد پور شرقیہ واپسی ہوئی[۵۱]۔ کچھ دن بعد ہی اطلاع ملی کہ میر سہراب ریاست بہاول پور پر تاخت و تاراج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ریاست کی سرحد پر تعینات محافظوں نے غداری کی اور میر سہراب کو خط لکھ کر صلہ معقول کے عوض سرحد پر قبضہ کروانے میں مدد کی یقین دہانی کروائی۔نواب نے بروقت اطلاع پا کر یہ فتنہ رفع کیا[۵۲]۔

بعد ازاں نصیر خان گورگیج نے ا میران حیدر آباد اور خیر پور کے ساتھ مل کر سازش تیار کی۔فتح محمد غوری اور دیگر عہدے داروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ میر غلام علی اور میر سہراب نے اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھایا اور ان کا لشکر بہاول پور کی حد میں داخل ہو گیا۔نواب کو اس وقت اطلاع ملی جب لشکر نے صادق رنڈ (موجودہ صادق آباد) پر قبضہ کر لیا۔نصیر خان کی مدد سے ریاستی لشکر اوچ سے روانہ ہوا اور تین دن تک جنگ کی، لیکن یہ صرف دکھاوے کی تھی۔مخالف فوج نے مشرقی علاقہ میں لوٹ مار شروع کی اور قائم پور تک پہنچ گئے۔ جب سندھی لشکر نے دل کھول کر ریاست کی بربادی کر لی تو نصیر خان گورگیج نے نواب کو صلح کا مشورہ دیا۔ چناں چہ ۲۴ محرم ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء کو صاحب زادہ رحیم یار خان کو مولوی شیر علی اور حافظ گل محمد پرجانی کے ہم راہ بہ طور یرغمال سندھ روانہ کر دیا۔نصیر خان گورگیج کی فتنہ انگیزیوں کی تفصیل اعظم نے ''ذکر شرارت مزاج نصیر گورگیج و فتنہ انگیزی او، و طلب لشکر تالپوران'' عنوان کے تحت بیان کی ہے[۵۳]۔یہ فتنہ انگیزیاں انجام کار ۱۸۱۲ء میں نواب کے حکم سے نصیر خان گورگیج کے قتل پر منتج ہوئیں، جسے'' ذکر آوارگی نصیر گورگیج در سن ۱۲۲۶ ھ و کشتہ شدن او بہ شامت اعمال خود در ۱۲۲۷ھ'' کے عنوان کے تحت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے[۵۴]۔

اس مصیبت سے نکلے تو فتح محمد غوری نے نواب صادق محمد خان ثانی کے قتل کی سازش تیار کی، لیکن وہ بچ نکلے، اس کے بعد اس نے علانیہ فساد پر کمر باندھ لی اور بہاول پور اور احمد پور کو لوٹنے کو قدم بڑھایا، مگر ناکام رہا۔ لہٰذا شجاع آباد جا کر صوبہ دار ملتان نواب سرفراز خان کو ریاست کی بدانتظامی و شورش کا حال سنایا اور قبضہ کرنے پر آمادہ کیا۔نواب صادق محمد خان ثانی نے اپنی فراست سے اس فتنے پر بھی قابو پا لیا۔فتح غوری نے فرار ہو کر میر سہراب کے دربار سے وابستگی اختیار کر لی[۵۵]۔

۲۶ صفر ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء میں کو نواب شکار کے ارادے سے قلعہ ڈیراور سے باہر گئے تو بدخواہوں ہاشم یعقوب سولنگی دفعہ دار، غازی کہیری، بہار خان کہیری، اللہ داد خان کہیری اور گولہ انداز رمضان نے مقتول صاحب زادہ مبارک خان

کے بیٹے صاحب زادہ احمد بخش کو مسند نشین کر دیا۔ نواب صادق محمد خان ثانی کے خیر خواہوں نے ناچار متابعت کا اظہار کیا۔ چناں چہ عہدے داروں کی کونسل منتخب کر لی گئی اور سلامی کی توپیں داغنے کا آغاز ہوا۔ نواب صادق محمد خان ثانی توپوں کی آواز سن کر قلعہ کو واپس لوٹے اور اس فتنہ پر قابو پا لیا گیا۔ لیکن انھوں نے اس کی پاداش میں اپنے بھتیجوں (صاحب زادہ احمد بخش اور صاحب زادہ محمد بخش) اور اپنے بھائیوں (صاحب زادہ حاجی خان اور صاحب زادہ خدا یار خان) کے قتل کا حکم دے دیا۔ ''ذکر بغی صاحب زادگان در قلعہ ڈیراور و ہلاک شدن آن ہا و فتح و فیروزی سرکار عالی'' عنوان سے باب میں تفصیل کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے[۵۶]۔

۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء میں مشرقی علاقہ خیر پور کے کیھرانی، قائم پور کے عربانی اور حاصل پور کے گھمرانی داود پوتروں نے سرفراز خان کے اکسانے پر سر اٹھایا۔ سرکوبی کی غرض سے ریاست نے فوج بھیجی۔ اس لڑائی میں نواب کا باغی جمع دار احمد خان ایک گولی لگنے سے مارا گیا اور باغی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی۔ فتح کی خبر سن کر ریاست میں خوشی منائی گئی[۵۷]۔

اسی عہد میں والی کابل شاہ شجاع شکست کھا کر بہاول پور آئے اور شاہ شجاع نے ۱۰ محرم ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء کو نواب سے ملاقات کی اور ڈیرہ غازی خان کو فتح کرنے میں مدد کے طلب گار ہوئے۔ نواب نے انھیں بیش قیمت تحائف سے نوازا اور بخشی فوج محمد یعقوب کی زیر قیادت ایک فوج ہم راہ کی جس کے ذریعے ڈیرہ غازی خان پر قبضہ کر لیا گیا۔ شاہ شجاع نے زمان خان کو وہاں اپنا نائب مقرر کیا اور واپس کابل چلے گئے[۵۸]۔ ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۱۹ء میں رنجیت سنگھ نے ڈیرہ غازی خان زمان خان سے لے لیا اور دو لاکھ پچاس ہزار روپے سالانہ کے عوض نواب صادق محمد خان ثانی کو دے دیا، جنھوں نے غلام قادر خان ڈاہر کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا۔ نواب صادق محمد خان ثانی کی شعبان ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۹ء میں ڈیرہ غازی خان آمد پر لغاری رئیس رحیم خان، کھوسوں کے رئیس غلام حیدر خان، اور نطقانیوں کے رئیس اسد خان پیش ہو کر اطاعت بجا لائے[۵۹]۔

۲۴ رجب ۱۲۳۳ھ/ ۲۱ جون ۱۸۱۸ء کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لشکر نے ملتان قلعہ پر حملہ کیا۔ نواب مظفر خان نے نواب صادق خان ثانی سے مدد طلب کی۔ اعظم لکھتا ہے: ''اگرچہ (ملتان کے نواب نے) نواب صادق خان ثانی سے مدد طلب کی اور نواب نے مذہبی جمعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے آمادگی ظاہر کی، لیکن اسباب کی تیاری سے قبل ہی قلعہ ملتان فتح ہو گیا۔ نواب اپنے بعض فرزندان اور اکثر ملازموں کے ہم راہ شہید ہو گئے اور قلعہ ملتان مرحوم نواب کی تمام ذاتی ملکیت سمیت خالصہ تصرف میں آ گیا[۶۰]۔''

اس دور میں ڈیرہ غازی خان میں یا اس کے قریب کھوسہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے شہروں سنگھڑ (موجودہ تونسہ شریف)، قلعہ گجری، ٹبی اور دلانہ کو تسخیر کیا گیا۔ قلعہ گجری کی مہم میں کھوسہ قبیلے کا تمن دار غلام حیدر خان کھوسہ ۱۲۳۶ھ/ ۱۸۲۰ء

میں لڑتے ہوئے مارا گیا[۶۱]۔ اس کے بھائی کوڑا خان نے سراطاعت خم کیا اور نواب کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا۔ چناں چہ نواب نے ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں اس کی بیٹی سے نکاح کر کے قلعہ گجری کوڑا خان کو واپس کر دیا[۶۲]۔ اس واقعہ کی تصدیق تاریخ مراد کی جلد سوم کے صفحہ ۱۰۸۰ اور شہامت علی کی *The History Of Bahawalpur* کے صفحہ ۱۷۷ سے بھی ہوتی ہے۔

تمام نوابان ریاست بہاول پور کی طرح نواب صادق محمد خان ثانی بھی صوفیہ کرام سے دلی لگاؤ اور وابستگی رکھتے تھے۔ ان کی درخواست پر خواجہ خدا بخش چشتی نظامی خیر پوری (وفات: ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء) نے خیر پور میں مستقل اقامت اختیار کی۔ نواب صاحب کو خواجہ صاحب سے بے حد عقیدت تھی اور ان کے لنگر کا خرچ اپنے ذمے لیا ہوا تھا[۶۳]۔ اقبال نامہ سعادت آیات کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ جب نواب نے مسند سنبھالی تو ۹ رجب ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء کو مخدوم سید قلندر بخش سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم شیر شاہ سید جلال الدین بخاری اور اسی ماہ کی ۱۰ تاریخ کو سجادہ نشین درگاہ مخدوم بندگی محمد غوث قادری اوچ شریف رسم تعزیت وتہنیت کی انجام دہی اور تبرکات کریمہ کے ہم راہ ڈیراور تشریف لائے۔ اس موقع پر ان کا شایان شان استقبال کیا گیا۔ درگاہ جلالیہ کے سجادہ نشین کو قلعے کے اندر اور درگاہ قادریہ کے سجادہ نشین کو قلعے کے دروازے کے آگے خاص خیموں میں ٹھہرایا گیا اور ضیافت دی گئی[۶۴]۔

مخدوم آخر بہاء الدین حصہ دار نذور خانقاہ مبارکہ حضرت قطب الاقطاب ابو الفتح شاہ رکن عالم (۱۲۵۱ء-۱۳۳۵ء) اور سجادہ نشین مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی (۱۱۸۳ء-۱۲۶۲ء قیاساً) نے بھی تشریف لا کر دولت عالیہ کی ترقی کے لیے خاص دعاوں اور تبرکات سے نوازا[۶۵]۔ نواب صادق محمد خان ثانی، سلسلہ چشتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ خواجہ نور محمد مہاروی (۱۱۴۲-۱۲۰۵ھ) اور خواجہ محکم الدین سیرانی (۱۱۳۵-۱۱۹۷ھ) کے بھی عقیدت مند تھے اور خواجہ محکم الدین کی خانقاہ کی زیارت کو گئے تھے[۶۶]۔

حضرت خواجہ قاضی محمد عاقل نواب بہاول خان ثانی کے روحانی پیشوا اور مرشد تھے اور ان کی درخواست پر کوٹ مٹھن سے احمد پور اور قلعہ ڈیراور تشریف لا کر قیام پذیر ہوتے اور نواب ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ اپنے والد کی بے پایاں عقیدت اور حضرت صاحب کا فیض دیکھ کر نواب صادق محمد خان ثانی بھی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ جیسا کہ جواہر عباسیہ میں لکھا ہے: صاحب زادہ بلند اقبال محمد صادق خان نے صدق دل سے اپنا دست بیعت، خضر مثال آں حضرت کے ہاتھ میں دیا اور فیض کمال سے فیض یاب ہو کر داد سعادت دی[۶۷]۔

اقبال نامہ سعادت آیات میں درج واقعات سے نواب صادق محمد خان ثانی کی حضرت قاضی عاقل سے عقیدت کا اندازہ بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً جب نصیر خان گورگیج نے صاحب زادہ مبارک خان کا قتل کیا اور نواب صادق

محمد خان ثانی نے قصاص کا حکم دیا تو اس نے حضرت قاضی محمد عاقل کو درمیان میں لا کر صلح کی کوشش کی اور پرزور سفارش کروائی جس پر اسے معاف کر دیا گیا[۶۸]۔ اسی طرح نواب صادق خان ثانی کے بھائی صاحب زادہ فیض یاب نے، جو بری علتوں کا شکار تھے، بدمستی نشہ کے عالم میں اپنی والدہ سے بدتمیزی کی اور نازیبا کلمات کہے جن سے ان کی دل آزاری ہوئی۔ صاحب زادہ اس بنا پر مورد عتاب ہوئے لیکن حضرت خواجہ قاضی عاقل کی سفارش پر نواب صادق محمد خان ثانی نے انھیں معاف کر دیا[۶۹]۔ ۸ رجب ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۳ء کو قاضی محمد عاقل کی وفات ہوئی۔ یہ خبر سن کر نواب صادق محمد خان ثانی کو سخت صدمہ پہنچا۔ ان کے حکم پر صاحب زادہ رحیم یار خان شیدانی شریف لے گئے اور مبلغ دو سو روپے تعزیت و فاتحہ خوانی کے لیے قاضی عاقل کے صاحب زادے میاں احمد علی کو دیے[۷۰]۔ ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۴ء میں ان کا پہلا عرس منعقد ہوا، جس میں نواب صادق محمد خان ثانی نے خود شرکت کی۔ بہ قول اعظم: ''۱۲۳۰ھ میں نواب صاحب عمائد اور لشکر منصور کے ہم راہ پہلی مرتبہ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ والغفر ان کے عرس مبارک کے موقع پر مٹھن کوٹ میں رونق افزا ہوئے اور اسی سال سات رجب کو خانقاہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مبلغ ایک سو روپیہ خانقاہ شریف کی نذر، ایک ہزار روپیہ عرس مبارک کے لیے، چالیس روپیہ قوالوں کو اور تیس روپے ڈیوڑھی کے خدمت گاروں کو عنایت فرمایا[۷۱]۔''

نواب صادق محمد خان ثانی سماع کا ذوق بھی رکھتے تھے اور محافل سماع میں شرکت کرتے تھے[۷۲]۔ اسی طرح ایسے متعدد واقعات درج ہیں جن سے نواب صادق محمد خان ثانی کی صوفیہ سے ارادت کا علم ہوتا ہے۔ جیسے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ کے لیے وقف زمین کو قبضہ گیروں سے چھڑوانا اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو واپس دلانا[۷۳]۔

ریاست بہاول پور میں ہر دور میں علما و فضلا کی قدردانی کی جاتی رہی ہے۔ میر منشی، جسے موجودہ دور کے سیکرٹری خارجہ کا درجہ حاصل تھا، مروجہ زبانوں کا ماہر انشا پرداز ہوتا تھا اور خارجہ مراسلت کے جوابات انتہائی مرصع زبان میں تحریر کرتا تھا۔ اس مقصد کے لیے میر منشی کے علاوہ بھی اپنے فن میں یکتا کئی انشا پرداز، مثلاً مولوی محمد صالح، منشی کشن داس، دولت رائے، سلامت رائے، آدھنت رائے وغیرہ دربار سے وابستہ تھے۔ اس دور میں منشی کشن داس نے ۱۸۱۰ء سے ۱۸۱۷ء کے دوران مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ریاستی کاتب، انشا پرداز، وکیل اور سفارت کار کی حیثیت سے خدمات انجام دیں[۷۴]۔ منشی دھنپت رائے اور سلامت رائے، جنھیں اعظم نے ''زمرد قلم و یاقوت رقم'' کہا ہے[۷۵]، کے علاوہ اس دربار میں دولت رائے متفرق ذمہ داریوں پر مامور تھے۔ اعظم نے جواہر عباسیہ میں نواب صادق محمد خان ثانی کے دور کے واقعات کے ضمن میں لکھا ہے: ''برج لکوہا میں سرکار والا کے منشیوں کی جماعت سے وابستہ مذکورہ لالہ جب سر شام لوٹے تو رجب کا چاند دکھائی دیا۔۔۔[۷۶]''

دولت رائے کو علم و ادب سے خاص دلچسپی تھی اور وہ عربی اور فارسی کے اچھے انشا پرداز تھے۔ ان کی تصانیف میں مرآت دولت عباسیہ کے علاوہ چار چمن [۷۷] بھی شامل ہے، جو ۱۲۲۵ھ میں نواب صادق محمد خان ثانی کے دور میں ہی لکھی گئی۔ مرآت دولت عباسی کی قسم اول و دوم، اور جواہر عباسیہ میں ان کی شاعری کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ اقبال نامہ سعادت آیات میں بھی دولت رائے کا کلام موجود ہے، جو کہیں اور دست یاب نہیں ہے۔ مثلاً نواب صادق خان ثانی کے جشن سال گرہ کی مناسبت سے چند اشعار:

ای خان جہان ز لطف دادارِ ودود   ہر سال تو میمون و مہ تو مسعود

چون فیض نظام سلک دولت از تست   سال گرہت گرہ ز عالم بگشود [۷۸]

ترجمہ: اے خان جہان، شفیق و عادل (خدا) کی عنایت سے، تیرا ہر سال مبارک اور تیر ہر چاند سعد ہو۔ حکومتی سلسلہ کا فیض بخش نظام تیری بہ دولت ہے، تیری سال گرہ (یعنی تیری ولادت) نے دنیا کے مسائل حل کیے ہیں۔

اعظم نے خود بھی مختلف مواقع کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً متعدد قصائد و قطعات کہے جو اقبال نامہ میں درج ہیں۔ اعظم نواب صادق محمد خان ثانی کو شعر سناتے اور نواب ان کی داد و تحسین کرتے۔ مثلاً ایک موقع پر اعظم نے اپنے دیوان سے ایک غزل پڑھ کر سنائی، مطلع:

از گدایی بر نگردد گر گدا پر زر شود   سیر دل ہرگز نگردد گرچہ ا سکندر شود [۷۹]

ترجمہ: اگر گدا دولت مند ہو بھی جائے تو گدائی سے باز نہیں آتا۔ اس کا دل ہرگز سیر نہیں ہوتا، خواہ وہ سکندر ہی کیوں نہ بن جائے۔

اعظم نے جشن سال گرہ کی مناسبت سے ایک مثنوی سنائی:

دل افروز شبی شد آراستہ   بہ صد زینت و زیب بپیراستہ

بزرگان درگاہ برخاستند   عروسانہ بزمی بیاراستند

بہ فرش آمدہ زیر این سبز کاخ   بساطی چو میدان ہمت فراخ [۸۰]

ترجمہ: دل کو روشنی دینے والی رات زیب و زینت کے سیکڑوں لوازمات سے آراستہ و پیراستہ ہوئی۔ درگاہ کے بزرگوں نے محفل کو دُلھن کی طرح سجا سنوار دیا اور بلند ہمتی کے کشادہ میدان کی مانند ایک بساط اس سبز محل کے فرش پر بچھ گئی۔

ایک اور موقع پر اپنے درج ذیل اشعار فی البدیہہ انھیں سنائے:

ای جان جہان مطلع انوار الہی   وی مظہر اوصاف کمالات کماہی

شاہان جہان راست بہ اقبال تو فخری   فرق شہ محمود بہ چتر تو مباہی

شد خانۂ احباب تو آباد بہ لطفت   و از قہر تو اعدای تو دیدند تباہی[۸۱]

ترجمہ: اے جان جہان، وہ مطلع انوار الٰہی اور کمالات کے اوصاف کا مظہر ہیں۔ دنیا بھر کے بادشاہ تیرے اقبال پر ناز کرتے ہیں۔محمود بادشاہ کا سر تیرے سایے میں سرافراز ہوا۔ دوستوں کے گھر تیری مہربانی کی بہ دولت آباد ہوئے اور تیرے دشمنوں کو تیرے قہر کے باعث تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔

نواب صادق محمد خان ثانی ان اشعار کو سن کر بہت خوش ہوئے اور اعظم کو تحسین و آفرین سے نوازا۔مندرجہ بالا کلام کے علاوہ اس مخطوطہ میں درج اعظم کے بیشتر اشعار ان کے دیوان مجموعۂ اعظم میں موجود نہیں ہیں۔ یوں اقبال نامہ سعادت آیات کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں اعظم کا وہ کلام بھی شامل ہے جو اس کے دیوان کے واحد دست یاب نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

یہ مخطوطہ نواب صادق محمد خان ثانی کے ذاتی اوصاف اور نجی زندگی کے کچھ معلومات کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔مثلاً نواب کی رحم دلی اور رعایا پروری کے حوالے سے اعظم لکھتا ہے:''مولوی امام الدین ساعت ساز[۸۲]، جو نواب کی مہربانی سے چند روز شہر بہاول پور کے محافظ مالیہ کے عہدے پر مامور ہوئے، اور اپنی جلادت طبع کے باعث نادر شاہ نام سے مشہور تھے، نے وہاں کے نخلستان ضبط کر کے ملتان اور ڈیرہ غازی خان میں رائج دستور کے مطابق پھلوں کی فروخت پر محصول مقرر کرنا چاہا ۔نواب صاحب نے رفاہ عامہ کے پیش نظر اس نئی رسم کے اجرا کو پسند نہ کیا۔چناں چہ مولوی کو حکم دیا کہ جو کچھ رعایا سے نخلستان کے محصول کے طور پر حاصل کیا ہے،ان کو واپس دے کر وہاں کے باشندوں کا راضی نامہ نواب کے پاس بھیجا جائے[۸۳]۔''

نواب صادق محمد خان ثانی نے ملتان کے نواب مظفر خان کی شہادت (۱۸۱۸ء) پر ان کے بیٹے میر باز خان اور ان کے پوتے رب نواز، جس کے والد حق نواز اسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے، کے ساتھ مہربانی کا سلوک روا رکھا:''نواب زادہ میر باز خان کو بہاول پور میں، اور حق نواز کے بیٹے رب نواز خان کو موضع ہتیجی میں، اور بہت سے افغان عمائد کو احمد پور میں نواب صاحب کے زیر سایہ شایان شان ملازمت دی گئی اور بعض ڈیرہ اسماعیل خان پہنچ کر ملازمت کرنے لگے[۸۴]۔''

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ نواب ملتان کا چودہ سالہ بیٹا ایک خادم کے ہم راہ بھاگ نکلا، جو اسے ۲۷ رجب ۱۲۳۳ھ کو بہاول پور میں ملتانی دروازے کی ایک چھوٹی سی مسجد میں لایا۔نواب صاحب کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ احمد

پور شرقیہ سے واپس بہاول پور آئے اور میر باز کو ۳۱۳ احمد پوری روپوں (۱۶۹ انگریزی روپے) کا وظیفہ جاری کیا اور نو کنویں دیے۔ میر باز کے بھتیجے رب نواز خان کو بھی ۱۶۰ احمد پوری روپے (۱۰۰ انگریزی روپے) اور تین کنویں ملے[۸۵]۔ نوابان ریاست کی نجی زندگی کے اہم واقعات کا بھی علم ہوتا ہے، مثلاً نواب صادق محمد خان ثانی کی والدہ کی بیماری[۸۶]، اور بعد ازاں وفات، جو ۶ ربیع الاول بروز چہار شنبہ ۱۲۲۵ھ کو ہوئی۔ دولت رائے نے تاریخ وفات کہی:

حضرت بلقیس شہ بانوان   صالحۂ عہد و عفیف زمان
رفت ز دنیا چو سوی بہشت   ہاتف غیب از پی تاریخ آن
زود بہ امداد احدِ باد الم   گفت "زہی ملکہ باغ جنان" (۱۲۲۵ھ)[۸۷]

ترجمہ: حضرت بلقیس، عورتوں کی سردار، اپنے عہد کی صالحہ اورعفیفہ زمان ہیں۔ جب دنیا سے بہشت کی جانب روانہ ہوئیں تو ہاتف غیبی نے ان کی تاریخ کے لیےغم کی ہوا کی اعانت کرتے ہوئے سرعت سے کہا: مرحبا، جنت کے باغ کی ملکہ۔

اس کے علاوہ محمد کہنہ خان فیروزانی کی بیٹی سے صاحب زادہ رحیم یار خان (نواب بہاول خان ثالث) کی شادی اور حجلہ عروسی کی منظر کشی[۸۸]؛ نواب صادق محمد خان ثانی کی شادی کے مناظر[۸۹]؛ شادیوں اورفتوحات کے موقع پر انعام واکرام وبخشش[۹۰] اور اس دور میں دربار اوراس علاقے کی رسومات سے بھی کسی قدر آگاہی ہوتی ہے[۹۱]۔ شکار کے متعدد واقعات درج کیے گئے ہیں[۹۲]، جن سے علم ہوتا ہے کہ نواب سیر و شکار کے کس قدر شائق تھے۔ علاوہ ازیں، صاحب زادہ رحیم یار خان کی نجی و سیاسی زندگی کے ابتدائی دور کے واقعات اور ان کی سیاسی تربیت کا حال جاننے کے لیےبھی اقبال نامہ سعادت آیات سے ہی رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اقبال نامہ سعادت آیات کا اختتام نواب صادق محمد خان ثانی کی وفات پر ہوتا ہے، جو نہم رمضان ۱۲۴۱ھ / ۱۸۲۵ء کو دوشنبہ کے روز، بہ وقت ظہر ہوئی۔ اعظم نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے:

خلد مکان خان معلی نشان   سوی خدا وند چو بشتافتہ
بندہ اعظم کہ ہمی جست سال   گفت خرد "خلد مکان یافتہ" (۱۲۴۱)[۹۳]

ترجمہ: جنت مکانی اور رفعت والے خان، جب خداوند کی جانب روانہ ہوئے تو اس غلام اعظم کو سال (تاریخ) کی جستجو ہوئی۔ عقل نے کہا، ''جنت میں گھر حاصل کر لیا ہے۔''

ان کے تین صاحب زادوں رحیم یار خان، عظیم یار خان اور جعفر خان میں سے صاحب زادہ رحیم یار خان ۱۸۲۵ء میں نواب محمد بہاول خان ثالث کے لقب سے مسند نشین ہوئے اور ۱۸۵۲ء تک حکمران رہے۔

مرآت دولت عباسی اور جواہر عباسیہ سے تقابل

ریاست بہاول پور کی تاریخ کا اولین ماخذ مرآت دولت عباسی، جو نواب بہاول خان ثانی کے دور میں لکھی گئی، کے مؤلف نے کتاب کے مطالب کو ایک مقدمہ اور تین حصوں پر تقسیم کیا ہے اور مآخذ کے طور پر متعدد تواریخ سے استفادہ کیا ہے [۹۴]۔ اسی طرح نواب محمد بہاول خان ثالث کے دور میں لکھی جانے والی جواہر عباسیہ، جو ایک مقدمہ اور تین حصوں پر مشتمل ہے، اسی نہج پر لکھی گئی ہے [۹۵]۔ دوسری طرف اقبال نامہ سعادت آیات کو ایک روزنامچہ، روداد یا نواب صادق محمد خان ثانی کے سترہ سالہ دور کا ملخص کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ کتاب تاریخی لحاظ سے وقعت کی حامل ہے کیوں کہ یہ ان کے درباری مؤرخ کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ اعظم نے ان تمام واقعات کو جو ان کے سامنے پیش آئے کاغذ پر منتقل کیا ہے۔ لیکن یہاں متذکرہ بالا دونوں تواریخ کے برعکس ابواب بندی کا اہتمام نہیں کیا اور نہ ہی خلافت عباسیہ کی مختلف زمانوں کی تاریخ بیان کی۔ اگرچہ اہم واقعات کو سرخیوں کے تحت سال وار درج کیا گیا ہے۔ تاہم ترتیب کا جو ذوق اور سلیقہ مرآت دولت عباسی یا جواہر عباسیہ میں نظر آتا ہے، اقبال نامہ سعادت آیات اس سے عاری ہے۔

مرآت دولت عباسی میں خلافت عباسیہ کی مختلف زمانوں کی مسلسل تاریخ اور والیان ریاست بہاول پور کے حالات نواب محمد بہاول خان ثانی کے عہد ۱۸۰۹ء تک قلم بند کیے گئے ہیں۔ اقبال نامہ سعادت آیات کے واقعات کا آغاز ۱۸۰۹ء میں نواب بہاول خان ثانی کی وفات سے اور اختتام ۱۸۲۵ء میں نواب صادق محمد خان ثانی کی وفات پر ہوتا ہے۔ جواہر عباسیہ، جو نواب محمد بہاول خان ثالث کے دور میں لکھی گئی، نواب بہاول خان ثانی، صادق خان ثانی، اور بہاول خان ثالث کے دور میں اپنے سن تکمیل ۱۸۳۸ء تک کے حالات و واقعات پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس طرح اقبال نامہ سعادت آیات مندرجہ بالا ان دونوں تاریخوں کی درمیانی کڑی قرار دی جا سکتی ہے۔ گویا یہ تاریخ مرآت دولت عباسی کا تسلسل ہے اور جواہر عباسیہ اور اس کے بعد نواب بہاول خان رابع کے دور (۱۸۵۸-۱۸۶۶ء) میں لکھی جانے والی اردو قلمی تاریخ تاریخ مراد از مراد شاہ گردیزی، اس کا تکملہ ہیں۔

تبصرہ

۱۔ اقبال نامہ سعادت آیات خالصۃً درباری اور سیاسی تاریخ ہے، جسے لکھتے ہوئے اعظم نے ریاست عباسیہ کا نمک خوار ہونے کے ناطے بعض مقامات پر جانب داری سے کام لیا ہے۔ مثلاً صاحب زادہ مبارک خان کے قتل کو تاریخ بہاول پور کے تمام مرتبین نے نواب صادق خان ثانی کی رضامندی سے ہونے والا قتل قرار دیا ہے۔ شہامت علی کی

The History Of Bahawalpur، جو ۱۸۴۸ء میں شائع ہوئی اور غیر جانب داری سے لکھی گئی ہے، کے مطابق نواب صادق محمد خان ثانی نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنے وزیر نصیر خان گورگیج کے ذریعے مبارک خان کو قتل کروا دیا[۹۶]۔

صادق التواریخ، جو ۱۸۹۹ء میں شائع ہوئی، کے مرتبین مرزا اشرف گورگانی اور ملک دین محمد نے بھی مبارک خان کے قتل کا واقعہ غیر جانب داری سے لکھا ہے:

> ۲ رجب ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء کو نواب صادق محمد خان نے عثمان خان گورگیج کو ساٹھ سوار دے کر قلعہ ماڑی روانہ کیا جہاں صاحب زادہ مبارک خان محبوس تھا اور یہ حکم دیا کہ صاحب زادہ کو قلعے سے نکال کر جہاں موقع دیکھے، قتل کر ڈالے[۹۷]۔

حقیقت یہ ہے کہ نواب صادق محمد خان ثانی کے دور میں بھائیوں، قریبی رشتہ داروں کے علاوہ وزرا اور مشیروں کو بھی یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتارنے کی ایسی مثال قائم ہوئی، جس کے تسلسل میں نواب محمد بہاول خان ثالث نے اپنے مستوفیان دفتر (شیخ مقبول احمد اور شیخ نور احمد) اور وزیر یعقوب خان (دور: ۱۸۲۵-۱۸۳۶ء) کو ۱۸۳۶ء میں بدعنوانی اور خرد برد کے الزام میں مسموم شربت پلا کر قتل کروا دیا[۹۸]۔ نواب فتح خان کے دور (۱۸۵۳-۱۸۵۸ء) میں وزیر فقیر سراج الدین (دور: ۲۳ فروری تا ۱۵ جون ۱۸۵۳) قتل ہوا[۹۹]۔ سب سے زیادہ خون ریزی نواب محمد بہاول خان رابع (دور حکومت: ۱۸۵۸ء-۱۸۶۶ء) کے دور میں ہوئی۔ نواب نے اپنے وزیر احمد خان ملیزئی (دور: ۱۸۵۳-۱۸۶۱ء)، اس کے بھائیوں اور خاندان کے بیشتر افراد کے علاوہ اپنے تین چچاؤں کو قتل کروا دیا[۱۰۰]۔

۲۔ رنجیت سنگھ کے ملتان پر حملہ آور ہونے اور ملتان کی تسخیر کا واقعہ لکھتے ہوئے اعظم نے پھر جانب داری کا مظاہرہ کیا ہے جب کہ شہامت علی نے لکھا ہے: ''خان بہاول پور نے مظفر خان کی جلدی مدد کی درخواست کے باوجود شاید سکھوں سے تعلقات اچھے رکھنے کے لیے اس کی مدد کرنے کو نظر انداز کیا۔ جب اسے ڈیرہ غازی خان کے گورنر اور چیف نواب جبار خان نے اسے مصیبت زدہ نواب کی مدد کے لیے دعوت دی تو اس نے تعاون پر آمادگی ظاہر کی لیکن کبھی اس پر سنجیدگی سے عمل نہیں کیا[۱۰۱]۔''

۳۔ اقبال نامہ سعادت آیات میں مؤلف بعض اوقات القاب و آداب یا تمہید میں غیر ضروری طوالت سے کام لیتا ہے جس سے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔ مثلاً صاحب زادہ رحیم یار خان (نواب بہاول خان ثالث) کی شادی کا واقعہ لکھتے ہوئے آداب و القاب اور حجلہ عروسی کی منظر کشی چھ (۶) صفحات پر مشتمل ہے[۱۰۲]۔ اس کے برعکس بعض واقعات اس قدر اختصار سے لکھے گئے ہیں کہ تشنگی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً نواب صادق محمد خان ثانی کی بیماری، وفات اور کتاب کے خاتمے کا

بیان محض ایک صفحے پر ہی نمٹا دیا گیا ہے[۱۰۳]۔ جب کہ جواہر عباسیہ میں نواب کی بیماری اور وفات کا مفصل بیان کیا گیا ہے[۱۰۴]۔ نواب مظفر کی شہادت اور اس کے بعد کے حالات کا ذکر بھی نہایت اختصار سے کیا ہے۔ اس کے برعکس *Gazetteer Of The Bahawalpur State 1904* میں یہ واقعہ تفصیل سے لکھا گیا ہے[۱۰۵]۔

۴۔ اعظم نے متعدد مقامات پر دولت رائے کے والد کا نام دھنپت رائے لکھا ہے[۱۰۶]۔ مثلاً: ''منشی دھنپت رائے نے جب وفات پائی تو اس کی وفات کے تیرہویں روز اس کا بھائی منشی کشن داس اور اس کا بیٹا دولت رائے چاہتے تھے کہ ہندوؤں کی رسم کے مطابق اسی روز دستار بندی کی رسم ادا کر کے ماتمی صفیں اٹھالی جائیں[۱۰۷]۔'' اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتا ہے: ''منشی دھنپت رائے کے بیٹے منشی دولت رائے نے خدمت گذاری میں پورا اہتمام رکھا[۱۰۸]۔'' لیکن دولت رائے نے خود اپنی تصنیف مرآت دولت عباسی میں اپنے والد کا نام عزت رائے لکھا ہے[۱۰۸] چناں چہ ان کی ولدیت عزت رائے ہی درست تصور ہوگی۔

۵۔ اقبال نامہ سعادت آیات میں درج واقعات کی رو سے نواب صادق محمد خان ثانی کا بہ حیثیت حکم ران اگر جائزہ لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ نواب، اپنے والد نواب محمد بہاول خان ثانی کی طرح سیاسی بصیرت اور عمدہ انتظامی صلاحیتوں سے متصف نہ تھے۔ اسی لیے یکے بعد دیگرے انھیں اپنے عہدے داروں کی سرکشی اور بغاوت کا سامنا رہا۔ تاریخی مآخذ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب بہاول خان ثانی کے رنجیت سنگھ سے تعلقات بھی مصلحت آمیز اور نسبتاً بہتر تھے اور ۱۸۰۷ء تک طرفین کو ایک دوسرے کا پاس خاطر مطلوب تھا۔ ۱۸۰۷ء میں رنجیت سنگھ نے ملتان پر حملے کا ارادہ کیا تو نواب بہاول خان ثانی نے منشی دھنپت رائے کے ذریعے رنجیت سنگھ کو متعدد قیمتی تحائف بھیجے اور ملتان فتح نہ کرنے کی درخواست کی۔ جواباً رنجیت سنگھ نے بھی اسے تحائف بھجوائے اور اس کی بات مان لی[۱۱۰]۔ لیکن نواب صادق محمد خان ثانی کے دور میں رنجیت سنگھ نے ملتان پر قبضہ کا مصمم ارادہ کر لیا اور ساتھ ہی ریاست بہاول پور سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ دریا پار علاقوں کے زر اجارہ کے طور پر ایک لاکھ روپے اور اضافی نذرانہ ہر سال باقاعدگی سے ادا کرے۔ مہاراجہ نے یہ مطالبہ نواب بہاول خان ثانی کی وفات کے بعد اس کے جانشین صادق محمد خان ثانی کی کمزور حالت کو سامنے رکھتے ہوئے کیا[۱۱۱]۔ بلوچوں کے ساتھ جنگوں میں کامیابی اور سنگھڑ (تونسہ)، قلعہ گجری، ٹبی اور دلانہ کی تسخیر کے علاوہ اس عہد میں ریاست کی حدود میں کوئی قابل ذکر ترقی نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس بہاول خان ثانی کے دور میں ۱۷۸۰ء میں خیر پور، نورنگا (نورنگا واہ سمیت) اور ۱۷۸۲ء میں احمد پور شرقیہ، قطب واہ سمیت ریاست میں شامل ہوئے[۱۱۲] اور احمد پور لمہ، محمد پور، کوٹ سبزل اور بھونگ بھارا کے علاقے بھی فتح کیے گئے[۱۱۳]۔

اہمیت و نتیجہ گیری

اقبال نامہ سعادت آیات سے قبل نواب صادق محمد خان ثانی کے عہد میں خدا یار خان اچرانی متخلص بہ منعم (وفات: ۱۸۲۹ء) نے ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۲ء میں فارسی زبان میں ایک قصہ بہا اقبال و پری چہرک کے عنوان سے تصنیف کیا[۱۴]۔ اس مثنوی کے اشعار کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے اور ان میں نواب صادق محمد خان ثانی کا ذکر ملتا ہے۔ اسی دور میں منتخب التواریخ عنوان سے بہاول پور کی ایک قلمی تاریخ، منشی اودے بھان ولد مہتہ دکھہ بھنجن رام سڈانہ نے لکھی تھی جس میں نواب صادق محمد خان ثانی کے حالات مندرج ہیں[۱۵]۔ لیکن متذکرہ بالا دونوں کتب اب نایاب ہیں۔ کتب خانۂ سلطانی کی فہرست کتب سے صادق محمد خان صاحب علیہ الرحمۃ عنوان سے ایک فارسی قلمی تاریخ کا علم ہوتا ہے جو کتب خانہ میں رجسٹر نمبر ۸۲۳ کے تحت موجود تھی، لیکن وہ بھی دست یاب نہیں۔ قلمی تواریخ مرآت دولت عباسی، جواہر عباسیہ اور تاریخ داود پوترہ از سردار جان محمد معروفانی میں نواب صادق محمد خان ثانی کے مختصر حالات ملتے ہیں۔ اسی طرح مطبوعہ ریاستی تواریخ صادق التواریخ، صبح صادق، *Gazetteer Of The Bahawalpur State 1904* اور *The History Of Bahawalpur* میں بھی نواب صادق محمد خان ثانی کا مختصر ذکر ملتا ہے۔ اگرچہ اقبال نامہ سعادت آیات خالصۃً درباری اور سیاسی تاریخ ہے اور تاریخ نویسی کے جملہ تقاضوں کو بھی پورا نہیں کرتی، لیکن اس کے باوجود اسے تاریخ بہاول پور اور نواب صادق محمد خان ثانی کے دور پر ایک واحد موجود تاریخی دستاویز اور مفصل ماخذ کا درجہ حاصل ہے۔

❁

حواشی و حوالہ جات

* (پ: ۱۹۷۴ء) ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور۔

۱۔ ان تواریخ کے تفصیلی تعارف کے لیے دیکھیے: عصمت درانی، ’’معرفی چند مہم فارسی در تاریخ امارت بہاول پور‘‘، مشمولہ شش ماہی الایام (کراچی: مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ و ثقافت، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء)۔

۲۔ سی اے سٹوری [C. A. Storey]، *Persian Literature: A Bio-bibliographical Survey*، جلد اول (لندن: لوزیک اینڈ کمپنی، ۱۹۷۲ء)،

۳۔ عبد المعید خان/ افتخار النسا، A Descriptive Catalogue of the Persian Manuscripts، جلد سوم (ٹونک: مولانا ابو الکلام آزاد عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۶ء)، ۲۳۴۔

۴۔ کتب خانۂ سلطانی کی تفصیل کے لیے دیکھیے: عصمت درانی، نوابان ریاست بہاول پور کے کتب خانوں کی تاریخ—کتب خانۂ سلطانی (لاہور: دار السلام، ۲۰۱۸ء)۔

۵۔ محمد حسن خان میرانی، تذکرہ ملوک شاہ (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۹۶ء)، ۷۷۔

۶۔ چارلس ریو [Charles Pierre Henri Rieu]، Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum، جلد ۳ (لندن: ۱۹۶۶ء)، ۹۵۲۔ ریو کے الفاظ یہ ہیں:

The author states in the introduction that he had been designated by the reigning prince, Sadik Khan, for the composition of this chronicle, and that he had been directed to embody in the same a record of the first two years of the reign left in an unfinished state by Lala Daulat Rai.

۷۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات (لندن: نسخۂ برٹش میوزیم، OR-۱۷۴۰)، عکس مخطوطہ مملوکہ ڈاکٹر عارف نوشاہی (ادارۂ معارف نوشاہیہ، ۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد)، ۲۱۔ فارسی متن درج ذیل ہے:

و چون این بندہ مسکین با احدی از عامۂ مسلیمن خصوصاً بہ فرقۂ ملازمین دولت عالیہ و کبرای متعالیہ بہ وجہی خصومت نمی دارد و بزعم خود ہمہ کس را بہتر می انگارد و اوتعالی شانہ ازو عید غیبت کہ یا کل لحم میتا واقع است نگابدارد مگر بعضی از مقام کہ لالہ دولت رای گہی در تسوید وقایع یک دو سالہ را کہ از ابتدای جلوس اعلی از روی تحقیق شکایت بعضی اشخاص نمود و این معنی موجب خیر خواہش مطبوع خاطر خطیر حضرت اشرف ہمایون بودہ، نقل مضمون کلامش را بہ سبب امتثال امر والا ضروری دانستہ۔ بنا برادای قصہ لامحالہ قلم ضراعت رقم طغیانی دادم۔

۸۔ شہاب دہلوی، بہاول پور میں اردو (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۳ء)، ۴۶۔

۹۔ نواز کاوش، بہاول پور کا ادب (بہاول پور: چولستان علمی و ادبی فورم، ۲۰۱۰ء)، ۱۳۹۔

۱۰۔ چارلس ریو [Charles Pierre Henri Rieu]، Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum، جلد ۳، ۹۵۱۔

۱۱۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۳۵۰۔ فارسی متن یہ ہے: تمۃ بعون اللہ تعالی ہذ ا نسخۃ المیمونۃ فی شہر جمادی الثانی۔

۱۲۔ عارف نوشاہی، سیہ بر سفید (تہران: مرکز پژوہشی میراث مکتوب، ۲۰۱۱ء)، ۱۷-۱۸۔

۱۳۔ محمد حسن خان میرانی، تذکرہ ملوک شاہ، ۷۶۔

۱۴۔ عزیز الرحمان عزیز، ''دربار بہاول خان کے نو رتن کا ایک گوہر—مولوی محمد اعظم''، مشمولہ ماہ نامہ العزیز (بہاول پور: عزیز المطابع، اپریل ۱۹۴۰ء)، ۲۱۔

۱۵۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، جواہر عباسیہ (نسخۂ لاہور عجائب گھر)، عکس مخطوطہ مملوکہ ڈاکٹر مسرت واجد (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور)، ۱۳۶۔

۱۶۔ لالہ دولت رائے، مرآت دولت عباسی، قسم اول و دوم (دہلی: محمد حسین پرنٹر و پبلشر، مطبع دہلی اردو اخبار، ۱۸۵۰ء)، ۲۷۰۔

۱۷۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۷۷۔

۱۸۔ محمد حسن خان میرانی، تذکرہ ملوک شاہ (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۹۶ء)، ۷۹۔

۱۹۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۱۰۔ فارسی متن درج ذیل ہے:

اضعف العباد، خادم العلما، دعاگوی خاندان عباسیہ الفیر و زانیة العالیہ، فقیر محمد اعظم اسدی الهاشمی صلباً و الفاروقی بطناً والبہاول پوری وطناً ولد مولوی محمد صالح مرحوم ...

۲۰۔ محمد حسن خان میرانی، تذکرہ ملوک شاہ، ۷۶۔

۲۱۔ ایک عرصے تک اعظم کی قبر کا نشان نہیں مل سکا۔ ۱۹۹۴ء میں محمد حسن خان میرانی نوشاہی نے ان کے عزیزوں اور بعض شواہد کی روشنی میں ان کی قبر تلاش کر لی تھی۔ دیکھیے: نواز کاوش، بہاول پور کا ادب (بہاول پور: چولستان علمی و ادبی فورم، ۲۰۱۰ء)، ۵۲۔

۲۲۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۴۔

۲۳۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۱۸-۳۱۸۔ اصل متن:

و در سن ۱۲۳۳ دعاگو محمد اعظم- مولف این کتاب مستطاب- بہ حکومت حاصل پور مامور و روانہ بہ ادای حسن خدمات سرکار عالی و رفع مناقشات علمای شرقیہ و خوانین کہمرانی و تسلی رعایا برایا کما ینبغی پرداختہ مورد عنایات عالیہ گردید۔

۲۴۔ قلعہ کے داخلی دروازے کو عبور کریں تو سامنے سیڑھیاں نظر آتی ہیں، جو اب اس قدر خستہ حالت میں ہیں کہ ان پر پاؤں رکھنا بھی دشوار ہے۔ اس داخلی دروازے پر برج ککوہا ہے، جو اپنے ''ککوہا'' نامی معمار کے نام سے مشہور ہوا۔ اوپر دیکھا جائے تو اس برج کے ساتھ مشرقی و جنوبی فصیل کے اوپر چند کمرے نظر آتے ہیں، جن کی حالت بہت شکستہ ہے۔ کمروں کی چھتیں گر چکی ہیں۔ چند کواڑ نظر آتے ہیں، یہی وہ دارالانشا ہے۔

دیکھیے: محمد حسن خان میرانی، تذکرہ ملوک شاہ، ۷۷۔

۲۵۔ لالہ دولت رائے، مرآت دولت عباسی، قسم دوم، ۴۶۸۔

۲۶۔ عزیز الرحمان عزیز، ''تذکرۃ الشعرا: شجاع صاحب شاعر''، مشمولہ ماہ نامہ العزیز (بہاول پور: عزیز المطابع، اپریل و مئی ۱۹۴۵ء)، ۵-۶۔

۲۷۔ محمد حسن خان میرانی، تذکرہ ملوک شاہ، ۷۶۔

۲۸۔ ایضاً، ۸۰۔

۲۹۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، جواہر عباسیہ، ۳۔

۳۰۔ غلام سرور، *A Descriptive Catalogue of the Oriental Manuscripts in the Durgah Library, Uch Sharif Gilani, Bahawalpur State* (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۰ء)، ۱۸۰۔

۳۱۔ عزیز الرحمان عزیز، ''دربار بہاول خان کے نو رتن کا ایک گوہر—مولوی محمد اعظم''، مشمولہ ماہ نامہ العزیز (بہاول پور: عزیز المطابع، اپریل ۱۹۴۰ء)، ۴۴۔

۳۲۔ محمد حسن خان میرانی، تذکرہ ملوک شاہ، ۷۸۔

۳۳۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۱۷۸۔

۳۴۔ چارلس ریو [Charles Pierre Henri Rieu]، *Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum*، جلد ۳، ۱۰۱۲۔

۳۵۔ چارلس ریو [Charles Pierre Henri Rieu]، *Catalogue of the Persian Manuscripts in the British Museum*، جلد ۳، ۱۰۹۷۔

۳۶۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۰-۲۱۔ فارسی متن:

و چون ذات ہمایون حضرت بخت عالم بہ فضل الہی سخن فہم و جوہرشناس اند، از پیشگاہ حضرت جہانبانی بہ این دعا گوی دولت جاویدانی بہ کمال عنایت و فرط مہربانی اشارتی منیع رفت کہ بدایع عظمت و اجلال و وقایع دولت و اقبال خدایگانی در جریدۂ لوح محفوظ دفتر سلطانی مانند وحی آسمانی بہ قلم مانی نگار بر نگارد و صحیفۂ دستور العمل بہ جہت مطالعۂ ابل دول و سعادت مندان خرد متمثل بہ قید قلم درآرد۔

۳۷۔ *ایضاً، ۲۔ فارسی متن:*

زیب فہرست نسخۂ مفاخر و معالی و زینت دیباچۂ مجموعۂ اعالی، حمد آفرینندۂ جسم وجان و مبدع ایجاد جہان است کہ بدایع اِبداع و صنایع اختراع بر وجود قدرت کاملہ اش از ماہ تا بہ ماہی بہ گواہی درآمدہ و ذرّات کاینات در معرفت اشعۂ انوار خورشید ذات او دلایل صنعت کماہی و آیات نامتناہی برآمدہ۔ جواہر نغمات خوش آہنگ محامد لا تعدّ ولا تحصّی لایق نظم رشتۂ ثنای جناب کبریایی است کہ لآلی متلالی صفات قدسیہ آویزۂ کنگرہ عرش ذات احدیّت اوست جل شانہ...

۳۸۔ *ایضاً، ۱۱۔ فارسی متن:*

آثار سعادت و ارجمندی و طلوع ستارۂ سروری و سربلندی چون صبح صادق از مطلع پیشانی نورانی این حضرت بخت عالم در صغر سن مشاہدہ می فرمودند ...بس بہ مقتضای شفقت پدری و راحت جگری تیمناً بہ اسم سامی جدّ مبارک خویش "محمد صادق خان" افتخار تسمیہ سروری بخشیدہ بودند۔

۳۹۔ *لالہ دولت رائے*، مرآت دولت عباسی، *قسم دوم*، ۲۴۹۔

۴۰۔ *عزیز الرحمان عزیز*، صبح صادق، *طبع دوم (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)*، ۶۲۔

۴۱۔ *مولوی محمد اعظم بہاول پوری*، اقبال نامہ سعادت آیات، ۱۳۔

۴۲۔ *لالہ دولت رائے*، مرآت دولت عباسی، *قسم دوم*، ۴۷۴۔

۴۳۔ *مولوی محمد اعظم بہاول پوری*، اقبال نامہ سعادت آیات، ۱۵۔

۴۴۔ *ایضاً*، ۱۷۔

۴۵۔ *ایضاً*، ۲۴-۲۶۔

۴۶۔ *قلعہ رام کلی، اوچ اور چنی گوٹھ کے درمیان واقع تھا۔*

دیکھیے: ملک محمد دین، گزیٹیر آف بہاول پور سٹیٹ، مترجم: یاسر جواد (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۳ء)، ۷۷۔

۴۷۔ *لالہ دولت رائے*، مرآت دولت عباسی، *قسم دوم*، ۴۴۷۔

۴۸۔ *مولوی محمد اعظم بہاول پوری*، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۶-۲۷۔ *فارسی متن:*

نصیر خان، صاحب زادہ موصوف را بہ ضمانت مصحف مجید فریب آوردن قلعہ دیراور دادہ نرد دغا باخت و از قلعہ مذکورہ رام کلی بر آوردہ در ریگستان مقتول و مدفون ساخت و وقوع این معنی را بہ زعم فاسد خود حسن خدمت انگاشتہ بر توقع الطاف والا بہ شرف سلام حضور عالی شتافت۔

۴۹۔ *ایضاً*، ۲۶-۲۷۔

۵۰۔ *ایضاً*، ۲۶۴۔

۵۱۔ *ایضاً*، ۳۹۔

۵۲۔ *ایضاً*، ۱۰۷۔

۵۳۔ *ایضاً*، ۱۵۰۔

۵۴۔ *ایضاً*، ۲۴۹-۲۶۶۔

۵۵۔ *ایضاً*، ۲۴۲-۲۹۰۔

۵۶۔ *ایضاً*، ۲۲۸-۲۳۲۔

۵۷۔ ایضاً، ۲۰۶-۲۱۵۔

۵۸۔ ایضاً، ۳۲۰-۳۲۳۔

۵۹۔ ایضاً، ۳۲۴-۳۲۵۔

۶۰۔ ایضاً، ۳۱۸۔ فارسی متن:

اگرچہ از سرکار عالی مددی طلبید و ذات مبارک حضور عالی بہ جمعیت اسلامیہ امداد نواب مستطاب آمادگی ورزید اما پیش از تہیہ اسباب قلعہ ملتان مسخر و نواب والا معہ بعض فرزندان و اکثر ملازمان شہید گردید و قلعہ ملتان معہ ہمگی مِلک خانگی نواب مرحوم بہ تصرف خالصہ رسید۔

۶۱۔ ایضاً، ۳۳۷-۳۴۰۔

۶۲۔ ایضاً، ۳۴۱۔ فارسی متن:

... و بہ وصلت ازدواج گوہر مقصود فرحت بی اندازہ حاصل نمود و قدر و منزلت کورا خان بہ حسب دل خواہ او افزود۔

۶۳۔ شہاب دہلوی/مسعود حسن، اولیائے بہاول پور (بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۴ء)، ۱۷۴-۱۷۵۔

۶۴۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۹-۳۰۔

۶۵۔ ایضاً، ۴۵۔

۶۶۔ ایضاً، ۱۰۷۔

۶۷۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، جواہر عباسیہ، ۲۰۶-۲۰۷۔ فارسی متن:

... صاحب زادہ بلند اقبال محمد صادق خان از صدق دل دست بیعت خود را، بہ دست آنحضرت خضر مثال نہاد وہ بہ استفاضہ فیض کمال داد سعادت داد۔

۶۸۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۶۴۔

۶۹۔ ایضاً، ۱۱۶۔

۷۰۔ ایضاً، ۳۰۴۔

۷۱۔ ایضاً، ۳۰۴-۳۰۵۔ فارسی متن:

در سن یک ہزار دو صدو سی خود بدولت بندگان عالی معہ عوامد و لشکر منصور مرتبہ اول بہ تقریب عرس مبارک حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمت والغفران در کوت متھن رونق افزا و بتاریخ ہفتم رجب سن صدر بہ زیارت خانقاہ مبارک مشرف و مبلغ یک صد روپیہ نذرخانقاہ شریف و یک ہزار روپیہ بابت خرچ عرس مبارک و چہل روپیہ بہ قوالان و سی روپیہ بہ پرستاران ڈیورھی عنایت فرمودہ۔

۷۲۔ ایضاً، ۱۴۷۔

۷۳۔ ایضاً، ۳۰۔

۷۴۔ ایضاً، ۲۵۔ فارسی متن:

چون منشی دھنپت رای در وصف لطایف انشا و محاسن املا ی یگانۂ زمانہ و در خیر اندیشی و حسن خدمات سرکار عالی عمر گذرانیدہ ...

۷۵۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، جواہر عباسیہ، ۱۲۵۔

۷۶۔ ایضاً، ۲۳۷۔

۷۷۔ یہ ہندوستان کی عمومی تاریخ ہے۔ اس میں چار چمن اور سات بہاریں ہیں۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں محفوظ ہے۔
دیکھیے: ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، ۲۰۰۔

۷۸۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۹۵۔

۷۹۔ ایضاً، ۱۷۸۔

۸۰۔ ایضاً، ۹۳-۹۴۔

۸۱۔ ایضاً، ۸۸۔

۸۲۔ مولوی امام الدین، مولوی حفظ الاسلام (وفات: ۱۸۰۲ء) کے بھتیجے تھے، جو لاہور کے شاہی واعظ مولوی محمد سعد اللہ کی اولاد میں سے ہیں اور ۱۷۷۹ء میں بہاول پور کی اسلامی حکومت اور نواب محمد بہاول خان ثانی (۱۷۷۲-۱۸۰۹ء) کی سرپرستی علوم وفنون کی کشش کے باعث ہجرت کر کے ریاست میں آئے تھے۔
دیکھیے: لالہ دولت رائے، مرآت دولت عباسی، قسم دوم، ۲۲۴۔

۸۳۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۷۔ فارسی متن:

مولوی امام الدین ساعت ساز کہ بنا بر شفقت حضور چند روز بہ عہدۂ محافظت مالیۂ شہر بہاول پور از سرکار عالی مامور و بہ سبب جلادت طبع بہ نام نادر شاہ مشہور بود،نخلستان آنجا را ضبط نمودہ می خواست کہ بہ شیوۂ مستمرہ ملتان و دیرہ محصول سرکار بابت فروخت میوہ نخلستان مقرر ساز د۔ مزاج مبارک حضرت والا کہ بہ رفاہ عامۂ عالم نظری دارند حدوث این رسم جدید در ملک خداداد خود نپسندید و پس مولوی موصوف حکم جہان مطاع عز نفاذ بخشید کہ آنچہ از احاد رعایا بہ حساب محصول نخلستان حاصل ساختہ باشد، باز بہ بر یک مسترد ساختہ و رضا نامہ اہالی آنجا بہ حضور بفرستد۔

۸۴۔ ایضاً، ۳۱۹۔ فارسی متن:

نوابزادہ میر باز خان در بہاول پور و رب نواز خان پسر حق نواز خان در موضع بتیجی و اکثر افغانان وغیرہ عوامد در احمد پور زیر سایہ دولت والا معیشت لایقہ یافتہ ملازمت گزیدند و بعضی بہ دیرہ اسماعیل خان رسیدہ معیشت ورزیدند۔

۸۵۔ *Gazetteer Of The Bahawalpur State. Part A-1904* (لاہور: سول اینڈ ملٹری گزٹ پریس، ۱۹۰۴ء)، ۶۲۔

۸۶۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۸۰۔

۸۷۔ ایضاً، ۹۸۔

۸۸۔ ایضاً، ۲۶۸-۲۷۳۔

۸۹۔ ایضاً، ۳۳۷-۳۴۱۔

۹۰۔ ایضاً، ۲۵۴۔

۹۱۔ ایضاً، ۲۹۰۔

۹۲۔ ایضاً، ۱۹، ۴۴، ۵۹، ۹۳، ۱۰۸، ۱۵۰، ۲۴۷۔

۹۳۔ ایضاً، ۳۵۰۔

۹۴۔ لالہ دولت رائے، مرآت دولت عباسی، قسم اول، ۸۔

۹۵۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، جواہر عباسیہ، ۴-۵۔

۹۶۔ شہامت علی، *The History Of Bahawalpur State* (لندن: جیمز میڈن، ۸-لیڈن ہال سٹریٹ، ۱۸۴۸ء)، ۱۵۱۔ انگریزی متن:

Notwithstanding the formation of the new government, and his unopposed accession, the Khan did not consider his authority secure, as long as the rightful heir, his elder brother Mobarik, continued alive. To get rid of this unfortunate prince was therefore to him an object of the first consideration, and his prime minister he found a willing tool to relieve him from this anxiety.

۹۷۔ مرزا محمد اشرف گورگانی/مولوی محمد دین، صادق التواریخ (بہاول پور: مطبع صادق الانوار، ۱۸۹۹ء)، ۱۹۶۔

۹۸۔ مراد شاہ گردیزی، تاریخ مراد، جلد چہارم، عکس مخطوطہ، مملوکہ گلزار احمد غوری، احمد پوری دروازہ، بہاول پور، ۴۳-۴۴۔

۹۹۔ ایضاً، ۳۳۷۔

۱۰۰۔ ایضاً، ۳۸۶-۳۹۳۔

۱۰۱۔ شہامت علی، *The History Of Bahawalpur State*، ۱۵۹۔ انگریزی متن:

The Khan of Bahawalpur, though urgently entreated by Muzaffir Khan, neglected to send him any succour, probably in order to remain on good term with the Sikhs, When he was invited by Nawab Jubbar Khan, the governor of Dereh Ghazi Khan, and the chief of Dereh Ismail Khan, to support the distressed Nawab, he expressed his willingness to co-operate with him, but never seriously set about it.

۱۰۲۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۶۸-۲۷۳۔

۱۰۳۔ ایضاً، ۲۴۹-۳۵۰۔

۱۰۴۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، جواہر عباسیہ، ۲۳۷-۲۳۸۔

۱۰۵۔ *Gazetteer Of The Bahawalpur State. Part A-1904*، ۶۶۔

۱۰۶۔ یہی غلطی اعظم نے جواہر عباسیہ میں بھی صفحہ ۲۴۱ پر کی ہے:

نیمۂ نخستینہ، منشی دولت رای، ولد منشی دھنپت رای ...

ترجمہ: نصف اول، منشی دولت رائے، ولد منشی دھنپت رائے......

۱۰۷۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، اقبال نامہ سعادت آیات، ۲۵-۲۶۔ فارسی متن:

چون منشی دھنپت رای --- ودیعت حیات بہ خالق الارواح سپردہ --- روز سیزدہم از وفات منشی موصوف بود برادرش منشی کشن داس و پسرش منشی دولت رای می خواستند کہ موافق رسم ہنود در ہمین روز دستار بندی نمودہ فرش ماتم بردارند۔

۱۰۸۔ ایضاً، ۲۳۶۔ فارسی متن:

منشی دولت رای خلف منشی دھنپت رای در خدمت گذاری اہتمام تمام داشت۔

۱۰۹۔ لالہ دولت رائے، مرآت دولت عباسی، قسم اول، ۵۔ فارسی متن:

...و من نادان ہیچ مدان ضراعت امای دولت رای ولد لالہ عزت رای ...

۱۱۰۔ شہامت علی، *The History Of Bahawalpur State*، ۱۲۹-۱۳۰۔

۱۱۱۔ محمد طاہر، ریاست بہاول پور کا نظم مملکت: ۱۸۶۶ تا ۱۹۴۷ء (ملتان: بزم ثقافت، ۲۰۱۰ء)، ۱۰۳۳۔

۱۱۲۔ مولوی محمد اعظم بہاول پوری، جواہر عباسیہ، ۱۱۴۔

۱۱۳۔ شہامت علی، *The History Of Bahawalpur State*، ۳۳۱۔

۱۱۴۔ دولت رائے نے رمضان ۱۲۵۸ھ میں نواب بہاول خان ثالث کے حکم پر اس قصے کو نقل کیا، جس کا ایک نسخہ کتب خانۂ سلطانی میں موجود تھا۔

دیکھیے: عزیز الرحمان عزیز، ''تاریخ شعراے بہاول پور''، مشمولہ العزیز (مئی ۱۹۴۲ء)، ۲۸۔

۱۱۵۔ عزیز الرحمان عزیز، ''کوہ نور اور تاریخ بہاول پور''، مشمولہ العزیز (مارچ ۱۹۴۱ء)، ۴۴-۴۵۔

Bibliography

Abdullah, Syed. *Adbīyāt-i Fārsī mēṅ Hinduōṅ kā Kirdār.* Lahore: Majlis-e Taraqqi-e Adab, 1967.

Ali, Shahamet. *The History of Bahawalpur*. London: James Madden, 1848.

Aziz, Aziz ur Rahman. "Darbār Bahāval Khān kē Nau Ratan kā aik Gauhar—Maulvī Muhammad Āʻẑam." *Al-Aẓīẓ*. Bahawalpur: Aziz ul Mataabe', April 1940.

Aziz, Aziz ur Rahman. "Koh-i Nūr aur Tārīkh-i Bahāvalpūr." *Al-Aẓīẓ*. Bahawalpur: Aziz ul Mataabe', March 1941.

Aziz, Aziz ur Rahman. "Tārīkh-i Shuʻrā-i Bahāvalpūr." *Al-Aẓīẓ*. Bahawalpur: Aziz ul Mataabe', May 1942.

Aziz, Aziz ur Rahman. "Tazkara tu Shuʻrā: Shujāʻ Ṣāhib Shāʻir." *Al-Aẓīẓ*. Bahawalpur: Aziz ul Mataabe', April-May 1945.

Aziz, Aziz ur Rahman. *Ṣubh-i Sādiq*. Bahawalpur: Urdu Academy, 1980.

Bahawalpuri, Maulvi Muhammad Azam. *Iqbāl Nāma-i Saʻādat Āyāt*. London: British Museum, OR-1740.

Bahawalpuri, Maulvi Muhammad Azam. *Javāhir-i ʻAbbāsīa.* Lahore: Lahore Museum.

Dehlavi, Shahab. *Bahāvalpūr mēṅ Urdū.* Bahawalpur: Urdu Academy, 1983.

Dehlavi, Shahab and Hassan, Masud. *Auliyā-i Bahāvalpūr*. Bahawalpur: Urdu Academy, 1984.

Din, Malik Muhammad. *Gazetteer Of The Bahawalpur State 1904*. Translated by Yasir Javad. Lahore: Al Faisal Publishers, 2013.

Durrani, Ismat. "Muʻraffī-i Chand Muhim Fārsī dar Tārīkh-i Amārat-i Bahāvalpūr." *Al-Ayyām*. Karachi: Society for Research in Islamic History, January-June 2015.

Durrani, Ismat. *Navābān-i Rīāsat Bahāvalpūr kē Kutab Khānoṅ kī Tārīkh—Kutab Khānā-i Sulṯānī*. Lahore: Darussalam, 2018.

Gardezi, Murad Shah. *Tārikh-i Murād.*

Gazetteer Of The Bahawalpur State. Part A-1904. Lahore: Civil and Military Gazette Press, 1904.

Gorkani, Mirza Muhammad Ashraf and Din, Maulvi Muhammad. *Ṣādiq-u Tavārīkh.* Bahawalpur: Sadiqul Anwar Press, 1899.

Kawish, Nawaz. *Bahāvalpūr kā Adab.* Bahawalpur: Cholistan Ilmi-o-Adbi Forum, 2010.

Khan, Abdul Moid and Iftikharunnisa. *Descriptive catalogue of the Persian manuscripts* (Vol. 3). Tonk: Arabic and Persian Research Institute Rajasthan, 2006.

Mirani, Muhammad Hassan Khan. *Tazkira-i Malūk Shah.* Bahawalpur: Urdu Academy, 1996.

Naushahi, Arif. *Sīah bar Safīd.* Tehran: Miras-e Maktub, 2011.

Rai, Lala Daulat. *Mirāt Daulat-i ʻAbbāsī.* Delhi: Muhammad Hussain Printer and Publisher, 1850.

Rieu, Charles. *Catalogue of the Persian manuscripts in the British Museum*. London: 1963.

Sarwar, Ghulam. *A descriptive catalogue of the oriental manuscripts in the Durgah Library, Uch Sharif Gilani, Bahawalpur State*. Bahawalpur: Urdu Academy, 1960.

Storey, Charles Ambrose. *Persian Literature: A Bio-bibliographical Survey*. London: Luzac & Company, 1972.